

ظالم ہوں۔ اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لاتے ہیں اُس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھی گئی ہے اور اُس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھی گئی تھی، ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے مُسَلِّم (مُزِمِن) ہیں۔ (اُسے نبی) ہم نے اسی طرح تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے۔ اس لیے

الْمُحِطَاتِ بِالْحَسَنَةِ وَجَاوِزِهِم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
 عمدہ پند و نصیحت کے ساتھ۔ اور لوگوں سے مباحثہ
 کر دایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔ (رکوع ۱۶)

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ
 اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذِ الَّذِي بِبَيْتِكَ وَ
 بَيْتِكَ عَدَاوَةٌ كَاَنْتَ وَلِيٌّ حَمِيمٌ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ
 جھلائی اور برائی یکساں نہیں ہیں (مخالفین کے حملوں کی،
 ملامت ایسے طریقے سے کر دو جو بہترین ہو، تم کھجور
 کو دہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی
 وہ ایسا ہو گیا جیسے گرم جوئش دوست ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ
 حَتَّ اَعْلَمَ بِهَا لِيَقْفُوْتْ - (المؤمن - رکوع ۶)
 خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ
 عَنِ الْجَاهِلِيْنَ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ
 نَوْحٌ فَاَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (الاعراف - رکوع ۲۴)

تم ہدی کو اچھے ہی طریقے سے دفع کرو، ہمیں معلوم
 ہے جو باتیں وہ تمہارے خلاف، بناتے ہیں۔
 حد گزار کی روش اختیار کرو، جھلائی کی تلقین کرو، اور
 جاہلوں کے منہ نہ لگو، اور اگر ذرکی بہ ترکی جواب دینے
 کے لیے، شیطان نہیں اُکھٹائے تو اللہ کی پناہ مانگو۔

۱۵۵ یعنی جو لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں ان کے ساتھ ان کے ظلم کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف رویے اختیار
 کیا جاسکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ہر حال میں اور ہر طرح کے لوگوں کے مقابلہ میں نرم و شیریں ہی رہنے
 رہنا چاہیے کہ دنیا داعیِ حق کی شرافت کو گزردی اور مسکنت سمجھ بیٹھے اسلام اپنے پیروں کو شرافت کی شرافت
 اور معقولیت تو ضرور سکھاتا ہے مگر عاجزی و کمبختی نہیں سکھاتا کہ وہ ہر ظالم کے لیے نرم چارہ بن کر رہیں۔

۱۵۶ ان فقروں میں اللہ تعالیٰ نے خود اُس عمدہ طریقِ بخت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جسے تبلیغِ حق
 کی خدمت انجام دینے والوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ اس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ جس شخص سے تمہیں بخت کرنی
 ہو اُس کی گمراہی کو بخت کا لفظ آغاز نہ بناؤ، بلکہ بات اس سے شروع کرو کہ حق و صداقت کے وہ کون سے افراد

وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لائے ہیں، اور ان لوگوں میں سے بھی بہت سے ہیں جو تمہارے اور اس کے درمیان مشترک ہیں یعنی آغاز کلام نکات اختلاف سے نہیں بلکہ نکات اتفاق سے ہونا چاہیے، پھر انہی متفق علیہ امور سے استدلال کر کے مخاطب کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جن امور میں تمہارے اور اس کے درمیان اختلاف ہے ان میں تمہارا مسلک متفق علیہ بنیادوں سے مطابقت رکھتا ہے اور اس کا مسلک ان سے متضاد ہے۔ اس سلسلے میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اہل کتاب مشرکین عرب کی طرح وحی و رسالت اور توحید کے منکر نہ تھے بلکہ مسلمانوں کی طرح ان سب حقیقتوں کو ماننے تھے ان بنیادی امور میں اتفاق کے بعد اگر کوئی بڑی چیز بنیاداً اختلاف ہو سکتی تھی تو وہ یہ کہ مسلمان ان کے ہاں آئی ہوئی آسمانی کتابوں کو نہ مانتے اور اپنے ہاں آئی ہوئی کتاب پر ایمان لانے کی انہیں دعوت دیتے اور اس کے نہ مانتے پر انہیں کافر قرار دیتے یہ جھگڑے کی بڑی مضبوط وجہ ہوتی لیکن مسلمانوں کا موقف اس سے مختلف تھا وہ تمام ان کتابوں کو برحق تسلیم کرتے تھے جو اہل کتاب کے پاس موجود تھیں اور پھر اس وحی پر ایمان لائے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اس کے بعد یہ بتانا اہل کتاب کا کام تھا کہ کس مقولہ پر وہ خدا ہی کی نازل کردہ ایک کتاب کے ماننے اور دوسری کتاب کا انکار کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں مسلمانوں کو تلقین فرمائی ہے کہ اہل کتاب کے جب سابقہ پیش آئے تو سب سے پہلے ثابت طور پر اپنا یہی موقف ان کے سامنے پیش کرو۔ ان سے کہو کہ جس خدا کو تم مانتے ہو وہی وہی ہے جو ہم مانتے ہیں اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ اس کی طرف سے جو احکام و ہدایات اور تعلیمات بھی آئی ہیں ان کے آگے ہمارا تسلیم ختم ہے، خواہ وہ تمہارے ہاں آئی ہوں یا ہمارے ہاں۔ ہم تو تم کے بندے ہیں۔ ملک اور قوم اور نسل کے بندے نہیں ہیں کہ ایک خدا کا حکم آئے تو ہم اپنی اور کسی خدا کا حکم دوسری جگہ نہ تسلیم کریں۔

۵۴ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح پہلے انبیاء و پیغمبر نے کتابیں نازل کی تھیں اسی طرح اب یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم نے اسی تعلیم کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے کہ ہماری پچھلی کتابوں کا انکار کر کے نہیں بلکہ ان سب کا اقرار کرتے ہوئے اسے ماننا جائے۔

۵۵ سیاق و سباق خود دہنار ہا ہے کہ اس سے مراد تمام اہل کتاب نہیں ہیں بلکہ وہ اہل کتاب ہیں جن کو کتب الہیہ کا صحیح و فہم نصیب ہوا تھا، جو چار پائے برو کتابے چند کے مصداق محض کتاب بردار

اس پر ایمان لارہے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

اُسے نبی، تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں

قسم کے اہل کتاب نہیں تھے، بلکہ تحقیقی معنی میں اہل کتاب تھے ان کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی پھیلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی یہ آخری کتاب آئی تو انہوں نے کسی ضد اور ہٹ دھرمی اور تعصب سے کام نہ لیا اور اسے بھی ویسے ہی اخلاص کے ساتھ تسلیم کر لیا جس طرح پھیلی کتابوں کو تسلیم کرتے تھے۔

۱۵۔ ان لوگوں کا اشارہ اہل عرب کی طرف ہے مطلب یہ ہے کہ حق پسند لوگ ہر جگہ اس پر ایمان لارہے ہیں خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا غیر اہل کتاب میں سے۔

۱۶۔ یہاں کافر سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے تعصبات کو چھوڑ کر حق بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، یا وہ جو اپنی خواہشات نفس اور اپنی بے لگام آزادیوں پر پابندیاں قبول کرنے سے جی چراتے ہیں اور اس بنا پر حق کا انکار کرتے ہیں۔

۱۷۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں وہی استدلال ہے جو اس سے پہلے سورہ یونس اور سورہ قصص میں گزر چکا ہے (ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، تفسیر سورہ یونس حاشیہ ۲۱ و تفسیر سورہ قصص حاشیہ ۹۷۔ اس مضمون کی مزید تشریح کے لیے تفہیم القرآن تفسیر سورہ نحل حاشیہ ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲

اُن لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا ہے، اور بیماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ "کیوں نہ آتاری گئیں اس شخص پر نشانی؟" اس کے رب کی طرف سے۔"

کہو: "نشانی تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر۔" اور کیوں لوگوں کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟

وحی کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر اس کو ذلت و خاندان کا علم ہوتا اور لوگوں نے کبھی اسے کتابیں پڑھتے اور مطالعہ و تحقیق کرنے دیکھا ہوتا تو باطل پرستوں کے لیے یہ شک کرنے کی کچھ بنیاد ہو بھی سکتی تھی کہ یہ علم وحی سے نہیں بلکہ اخذ و اکتساب سے حاصل کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی اہمیت نے تو ایسے کسی شک کے لیے برائے نام بھی کوئی بنیاد باقی نہیں چھوڑی ہے۔ اب خاص بھٹ و دھری کے سوا اس کی نبوت کا انکار کرنے کی اور کوئی وجہ نہیں ہے جسے کسی درجہ میں بھی معقول کہا جا سکتا ہو۔

۱۱۔ یعنی ایک اُمی کا قرآن جیسی کتاب پیش کرنا اور یکایک اُن غیر معمولی کمالات کا مظاہرہ کرنا جن کے لیے کسی سابقہ تیاری کے آثار کبھی کسی کے مشاہدے میں نہیں آتے، یہی دانش و بینش رکھنے والوں کی نگاہ میں اس کی پیغمبری پر دلالت کرنے والی روشن نشانیوں میں۔ دنیا کی تاریخی ہستیوں میں جس کے حالات کا بھی جائزہ لیا جائے، آدمی اس کے اپنے ماحول میں اُن اسباب کا پتہ چلا سکتا ہے جو اس کی شخصیت بنانے اور اس سے ظاہر ہونے والے کمالات کے لیے اس کو تیار کرنے میں کار فرما تھے۔

اُس کے ماحول اور اس کی شخصیت کے اجزائے ترکیبی میں ایک کھلی مناسبت پائی جاتی ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت بن حیرت انگیز کمالات کی مظہر تھی اُن کا کوئی ماخذ آپ کے ماحول میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں نہ اس وقت کے عربی معاشرے میں اور نہ گرد و پیش کے جن ممالک سے عرب کے تعلقات تھے اُن کے معاشرے میں کہیں دور دراز سے بھی وہ عناصر نہ دھونڈ کر نہیں نکالے جا سکتے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے اجزائے ترکیبی سے کوئی مناسبت رکھتے ہوں۔ یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر یہاں فرمایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک نشانی نہیں بلکہ بہت سی روشن نشانیوں کا مجموعہ ہے، جاہل آدمی کو اس میں کوئی نشانی نظر آتی ہو تو نہ آئے، مگر جو لوگ علم رکھنے والے

ہیں وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اپنے دلوں میں قائل ہو گئے ہیں کہ یہ شان ایک پیغمبر ہی کی ہو سکتی ہے۔

نفع یعنی معجزات جنہیں دیکھ کر یقین آئے کہ واقعی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نبی ہیں۔

لقد یعنی اسی ہونے کے باوجود تم پر قرآن حبیبی کتاب کا نازل ہونا کیا یہ بھلائے خود اتنا بڑا معجزہ نہیں ہے کہ تمہاری رسالت پر یقین لانے کے لیے وہ کافی ہو؟ کیا اس کے بعد بھی کسی اور معجزے کی ضرورت پڑتی رہ جاتی ہے؟ ہرگز معجزے تو جنہوں نے دیکھے ان کے لیے وہ معجزے تھے مگر یہ معجزہ تو ہر وقت تمہارے سامنے ہے۔

قرآن مجید کے اس بیان و استدلال کے بعد ان لوگوں کی جبارت بھرتہ اگنیہ جیسے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواندہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہاں قرآن صاف الفاظ میں حضور کے ناخواندہ ہونے کو آپ کی نبوت کے حق میں ایک طمانت و ثبوت کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ جن روایات کا سہارا لیکر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضور رکھے پڑھے تھے، یا بعد میں اپنے کھنڈا پڑھنا سیکھ لیا تھا وہ اول تو یہی ہی نظر میں رو کر دینے کے لائق ہیں کیونکہ قرآن کے خلاف کوئی روایت بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ پھر وہ بجائے خود بھی اتنی کمزور ہیں کہ ان پر کسی استدلال کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے ایک، بخاری کی یہ روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ جب لکھا جا رہا تھا تو کفار مکہ کے نمائندے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھے جانے پر اعتراض کیا۔ اس پر حضور نے کاتب یعنی حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ اچھا رسول اللہ کا غنڈہ کاٹ کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔ حضرت علیؑ نے لفظ رسول اللہ کاٹنے سے انکار دیا اس پر حضور نے ان کے ہاتھ سے لیکر وہ الفاظ خود کاٹ دیئے اور محمد بن عبد اللہ لکھ دیا لیکن یہ روایت براء بن عازب سے بخاری میں چار جگہ اور مسلم میں دو جگہ وارد ہوئی ہے اور ہر جگہ الفاظ مختلف ہیں۔ بخاری کتاب التعلیق میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: قال نعلی امحہ فقال علی ما انا بالذی اصحاحاً فحاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انہوں نے عرض کیا میں تو نہیں کاٹ سکتا آخر کار حضور نے اپنے ہاتھ سے انہیں کاٹ دیا۔ اسی کتاب میں دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ثم قال نعلی امح رسول اللہ قال لا والله لا امحک ابداً، فاخذ رسول اللہ کتاب فکتب لهذا ما قام علی علیہ محمد بن عبد اللہ، پھر علی سے کہا رسول اللہ کاٹ دو انہوں نے

نے کہا خدا کی قسم میں آپ کا نام کسی نہ کاڑوں گا۔ آخر حضورؐ نے تحریر لیکر دکھایا وہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبداللہ نے طے کیا، تیسری روایت ابنی برادین عازب سے بخاری کی کتاب المغز میں یہ ہے: دکان لایکتب فقال لعلی اجمع رسول اللہ فقال علی والله لا اجمعاء ابدأ قال فانسیہ قال فارا ایاہ فصحاہ ابنی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ (حضورؐ خود نہ لکھ سکتے تھے۔ آپ نے حضرت علی سے کہا رسول اللہ کاٹ دو۔ انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم میں یہ الفاظ ہرگز نہ کاڑوں گا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ انہوں نے آپ کو جگہ بتائی اور آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ الفاظ کاٹ دیئے۔ چوتھی روایت بخاری کتاب المغازی میں یہ ہے فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الكتاب وليس یحسن ینتہب ینتہب هكذا اما قاضی محمد بن عبد اللہ (میں حضورؐ نے وہ تحریر لے لی اور مخالفیکہ آپ لکھنا نہ جانتے تھے اور آپ نے لکھا یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبداللہ نے طے کیا)۔ ابنی برادین عازب کے دو روایتیں سلم کتاب الجہاد میں منقول ہیں جن میں سے ایک میں یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے انکار کرنے پر حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے ”رسول اللہ“ کے الفاظ مٹا دیئے اور دوسری میں یہ کہ حضورؐ نے حضرت علی سے فرمایا مجھے بتاؤ رسول اللہ کا لفظ کہاں لکھا ہے، حضرت علیؑ نے آپ کو جگہ بتائی، اور آپ نے اسے مٹا کر ابن عبداللہ لکھ دیا۔ روایات کا یہ اضطراب صاف بتا رہا ہے کہ بیچ کے راویوں نے حضرت برادین عازب رضی اللہ عنہ کے الفاظ جو ان کے نقل نہیں کیے ہیں، اس پیمانے میں سے کسی ایک کی نقل پر بھی ایسا مکمل اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ نقیضی طور پر یہ کہا جاسکے کہ حضورؐ نے ”محمد بن عبد اللہ“ کے الفاظ اپنے دست مبارک ہی سے لکھے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ صحیح صورت واقعہ یہ ہو کہ جب حضرت علیؑ نے ”رسول اللہ“ کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا تو آپ نے اس کی جگہ ان سے پوچھ کر یہ لفظ اپنے ہاتھ سے مٹا دیا ہوا اور پھر ان سے یا کسی دوسرے کا تہ سے ابن عبداللہ کے الفاظ لکھوا دیئے ہوں۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر صلح نامہ دو کاتب کھڑے تھے۔ ایک حضرت علیؑ، دوسرے محمد بن کعبہ (تاریخ الباری، جلد ۵، ص ۲۱۷)۔ اس لیے یہ امر بعید نہیں ہے کہ جو کلام ایک کاتب نے نہ کیا تھا وہ دوسرے کاتب سے لے لیا گیا ہو۔

دوسری روایت ابن ابی شیبہ اور عمر بن شیبہ نے مجاہد کے حوالے سے نقل کی ہے کہ ما مات رسول اللہ

درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ عذاب کے لیے کہو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین میں سب کچھ جانتا ہے۔ جو لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ سے کفر کرتے ہیں وہی خسار سے میں رہنے والے ہیں۔ یہ لوگ عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ اگر ایک وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا تو ان پر عذاب آچکا ہوتا۔ اور یقیناً (اپنے وقت پر) وہ آکر رہے گا اچانک، اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ ہو گی یہ عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہیں، حالانکہ جہنم کافروں کو گھیرے میں لے چکی ہے (اور انہیں پتہ چلے گا) اس روز جبکہ عذاب انہیں اوپر سے بھی ڈھانک لیگا اور پاؤں کے نیچے سے بھی اور کہیں کہ اب چھوڑنا اپنے کرتوتوں کا جو تم کرتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم حتی کتب وقراً (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے پہلے لکھنا پڑھنا سکھ چکے تھے)۔ لیکن اول تو یہ سند اہبت ضعیف روایت ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں فضعیف لا اصل له۔ وہ سب سے اس کی کمزوری یوں بھی واضح ہے کہ اگر حضور نے فی الواقع بعد میں لکھنا پڑھنا سکھا ہوتا تو یہ بات مشہور ہو جاتی، بہت سے صحابہ اس کو روایت کرنے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ حضور نے کس شخص یا کن اشخاص سے یہ تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن سوائے ایک عون بن عبد اللہ کے، جن سے مجاہد نے یہ بات سنی، اور کئی شخص اسے روایت نہیں کرتا۔ اور یہ عون بھی صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں جنہوں نے قطعاً یہ نہیں بتایا کہ انہیں کس صحابی یا کن صحابیوں سے اس واقعہ کا علم حاصل ہوا نظر ہے کہ ایسی کمزور روایتوں کی بنیاد پر کہ ٹی ایسی بات قابل تسلیم نہیں ہو سکتی جو مشہور و معروف واقعات کی تردید کرتی ہو۔ ۹۲ یعنی جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت مان میں اور قرآن کی ہدایت قبول کر لیں وہ خود اللہ کی رحمت اور اس کی نصیحت سے مستفید ہونگے۔ اور جو اسے نہ مانیں وہ خود ہی نقصان اٹھائیں گے۔

۹۳ یعنی بار بار جلیج کے انداز میں مطالبہ کر رہے ہیں کہ اگر تم رسول ہو اور ہم واقعی حق کو جھٹلا رہے ہیں تو ہم پر وہ عذاب کیوں نہیں آتے جس کے ڈر سے تم ہمیں دیا کرتے ہو۔

اے میرے بندو جو ایمان لاتے ہو، میری زمین وسیع ہے، پس تم میری ہی بندگی بجالاؤ۔ ہر تنفس کو موت کا نما چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی ٹپا کر لاتے جاؤ گے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کو ہم جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کیا ہی عمدہ اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔ اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے ہر کیا ہے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کہتے

۱۹۸ یہ اشارہ ہے ہجرت کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کئے میں خدا کی بندگی کرنی مشکل ہو رہی ہے تو ملک چھوڑ کر نکل جاؤ، خدا کی زمین تنگ نہیں ہے جہاں بھی تم خدا کے بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز قوم، وطن اور ملک نہیں ہے بلکہ اللہ کی بندگی ہے۔ اگر کسی وقت قوم و وطن اور ملک کی محبت کے تقاضے اللہ کی بندگی کے تقاضوں سے ٹکرا جائیں تو دوسری وقت مومن کے ایمان کی آزمائش کا ہوتا ہے۔ جو سچا مومن ہے وہ اللہ کی بندگی کرے گا اور قوم، وطن اور ملک کو لات مار دیگا۔ جو جھوٹا مدعی ایمان ہے وہ ایمان کو چھوڑ دیگا اور اپنی قوم اور اپنے ملک و وطن سے چٹھا رہے گا۔ یہ آیت اس باب میں بالکل صریح ہے کہ ایک سچا خدا پرست انسان محبت قوم و وطن تو ہو سکتا ہے مگر قوم پرست اور وطن پرست نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے خدا کی بندگی ہر چیز سے عزیز تر ہے جس پر دنیا کی ہر چیز کو وہ قربان کر دیگا مگر اسے دنیا کی کسی چیز پر بھی قربان نہ کرے گا۔

۱۹۹ یعنی جان کی نکر نہ کرو۔ یہ تو کبھی کبھی جانی ہی ہے۔ ہمیشہ رہنے کے لیے تو کوئی بھی دنیا میں نہیں آیا ہے۔ لہذا تمہارے لیے فکر کے لائق مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں جان کیسے بچائی جائے، بلکہ اسل لائق فکر مسئلہ یہ ہے کہ ایمان کیسے بچایا جائے اور خدا پرستی کے تقاضے کسی طرح پورے کیے جائیں۔ آخر کار نہیں ٹپٹ کر جائی طرف ہی آنا ہے۔ اگر دنیا میں جان بچانے کے لیے ایمان کھو کر آتے تو اس کا نتیجہ کچھ اور ہو گا، اور ایمان بچانے کے لیے جان کھو کر آتے تو اس کا انجام کچھ دوسرا ہو گا۔ پس فکر جو کچھ بھی کرنی جس اس بات کی کہ وہ کہہ رہی طرف جب پٹو گے تو کیا لے کر بیٹھو گے، جان پر قربان کیا ہوا ایمان، یا ایمان پر قربان کی ہوئی جان؟

۲۰۰ یعنی اگر ایمان اور نیکی کے راستہ پر چل کر بالفرض تم دنیا کی ساری نعمتوں سے محروم بھی رہ گئے اور یہی

ہی جانور میں جو اپنا رزق اٹھاتے نہیں پھرتے، اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رزق بھی وہی ہے وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

نقطہ نظر سے سراسر ناکام بھی مرے توفیقین رکھو کہ اس کی تلافی بہر حال ہوگی اور نئی تلافی ہی نہ ہوگی بلکہ بہترین اجر نصیب ہوگا۔

۹۹ یعنی جو ہر طرح کی مشکلات اور مصائب اور نقصانات اور اذیتوں کے مقابلے میں ایمان پر قائم رہے ہیں جنہوں نے ایمان لانے کے خطرات کو اپنی جان پر جھیلیا ہے اور نہ نہیں موڑا ہے۔ نیک ایمان کے فائدوں اور منفعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کی طرف فائدہ برابر انکساف تک نہیں کیا ہے۔ کفار و فاسق کو اپنے سامنے پھلتے پھرتے دیکھا ہے اور ان کی دولت و محنت پر ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی ہے۔ ۱۰۰ یعنی جنہوں نے اپنے رب پر برا اعتماد کیا ہے کہ ایمان اور نیکی پر قائم رہنے کا اجر اس کے ہاں کبھی ضائع نہ ہوگا، وہ اپنے مومن و صالح بندوں کی اس دنیا میں بھی دستگیری فرماتے گا اور آخرت میں بھی ان کے عمل کا بہترین بدلہ دیگا۔

۱۰۱ یعنی ہجرت کرنے میں تمہیں نگر جان کی طرح فکر و غم سے بھی پریشان نہ ہونا چاہیے۔ آخر یہ بیچار چرند پرند اور آبی حیوانات جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا اور خشکی اور پانی میں پھر رہے ہیں، ان میں سے کون اپنا رزق اٹھائے پھر تمہارے؟ اللہ ہی تو ان سب کو پال رہا ہے جہاں جاتے ہیں اللہ کے فضل سے ان کو کسی کسی طرح رزق مل ہی جاتا ہے۔ لہذا تم بھی یہ سوچ سوچ کر محبت نہ بارو کہ اگر ایمان کی خاطر گمراہ چھوڑ کر نکل گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ اللہ جہاں سے اپنی بے شمار مخلوق کو رزق دے رہا ہے، تمہیں بھی دیگا۔

ٹھیک یہی بات ہے جو سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمائی تھی۔ انہوں نے فرمایا:

”کوئی آدمی دوا لکھوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھ لیا اور دوسرے

سے محبت، یا ایک سے مل رہے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی

خدمت نہیں کر سکتے اس لیے میں کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پیئیں گے،

اور نہ اپنے بدن کی کیا چینیں گے۔ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟

اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند اور سورج کو

ہمما کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاشتے ہیں۔ نہ کھٹیوں میں جمع کرتے ہیں۔ پھر بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم میں سے ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ اور پوٹاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی موسم کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے ہیں نہ کاشتتے ہیں، پھر بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے ان میں سے کسی کے مانند ملتیں نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج سب سے اور کل تنور میں جھونکی جاتے گی ایسی پوٹاک پہناتا ہے تو اسے کم اعتقاد و تم کو کیوں نہ پہنائے گا۔ اس لیے فکر مند نہ ہو کہ ہم کیا کھاؤں گے یا کیا پیئیں گے یا کیا پہنیں گے۔ ان سب چیزوں کی تلاش میں تو غرق رہتی ہیں تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔ تم پہلے اس کی بادشاہی اور اس کی راست بازی کی تلاش کرو۔ یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائیں گی۔ کل کے لیے فکر نہ کرو۔ کل کا دن اپنی فکر آپ کو لیکھا۔ آج کے لیے آج ہی کا دکھ

کافی ہے۔ (دستی۔ باب ۶۔ آیات ۲۶-۳۴)

قرآن اور انجیل کے ان ارشادات کا پس منظر ایک ہی ہے۔ دعوتِ حق کی راہ میں ایک مرحلہ دیا آجاتا ہے جس میں ایک حق پرست آدمی کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ عالم اسباب کے تمام سہارا سے قطع نظر کر کے محض اللہ کے بھروسے پر جان جو کھوں کی بازی لگا دے۔ ان حالات میں وہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے جو حساب لگا لگا کر مستقبل کے امکانات کا جائزہ لیتے ہیں اور زدم اٹھانے سے پہلے جان کے تحفظ اور رزق کے حصول کی ضمانتیں تلاش کرتے ہیں۔ درحقیقت اس طرح کے حالات بدلتے ہی ان لوگوں کی طاقت سے ہیں جو سر مستقبل پر لیکر اٹھ کھڑے ہوں اور ہر خطرے کو اگیز کرنے کے لیے بے دھڑک تیار ہو جاتیں۔ انہی کی قربانیاں آخر کار وہ وقت لاتی ہیں جب اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے اور اس کے نتائج میں سارے کلمے پرت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

کس نے مسخر کر رکھا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کدھر سے دھوکا کھا رہے ہیں اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو بجلا اٹھایا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ کہو، الحمد للہ، مگر اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں ۵

اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاؤ^۲۔ اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت

تلا یہاں سے پھر کلام کا رخ کفار مکہ کی طرف مڑتا ہے

تلا اس مقام پر الحمد للہ کا لفظ دو معنی دے رہا ہے۔ ایک یہ کہ جب یہ سارے کام اللہ کے ہیں تو پھر حمد کا مستحق بھی صرف وہی ہے، دوسروں کو حمد کا استحقاق کہاں سے پہنچ گیا۔ دوسرے یہ کہ خدا کا شکر ہے، اس بات کا اعتراف تم خود بھی کرتے ہو۔

تلا یعنی اس کی حقیقت بس اتنی ہی ہے جیسے بچے ٹھٹھوری دیر کے لیے کھیل کود لیں اور پھر اپنے اپنے گھر کو سدھا دیں۔ یہاں جو بادشاہ بن گیا ہے وہ حقیقت میں بادشاہ نہیں بن گیا ہے بلکہ صرف بادشاہ کا ڈراما کر رہا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب اس کا یہ کھیل ختم ہو جاتا ہے اور اسی بے سرو سامانی کے ساتھ وہ تختِ شاہی سے رخصت ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ اس دنیا میں آیا تھا۔ اسی طرح زندگی کی کوئی شکل بھی یہاں مستقل اور پائیدار نہیں ہے۔ جو جس حال میں بھی ہے عارضی طور پر ایک محدود مدت کے لیے ہے۔ اس چند روزہ زندگی کی کامانیوں پر جو لوگ مرے ٹٹتے ہیں اور انہی کے لیے ضمیر و ایمان کی بازی لگا کر کچھ عیش و عشرت کا سامان اور کچھ شوکت و حشمت کے ٹھاٹھ فراہم کر لیتے ہیں ان کی یہ ساری حرکتیں دل کے بھلاوے سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ ان کھلونوں سے اگر وہ دس بیس یا ساٹھ ستر سال دل بہلائیں اور پھر موت کے دروازے سے خالی ہاتھ گزر کر اُس عالم میں پہنچیں جہاں کی دائمی وابدی زندگی میں ان کا یہی کھیل بلائے بے درماں ثابت ہو تو آخر اس طفلِ تسلی کا فائدہ کیا ہے؟

ہے، کاش یہ لوگ جانتے۔ جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک یہ شرم کرنے لگتے ہیں تاکہ اللہ کی دی ہوئی نجات پر اس کا کفران نعمت کریں اور دنیا کے دنیا کے، مزے لوٹیں۔ اچھا، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ایک پُر امن حرم بنا دیا ہے حالانکہ ان کے گرد و پیش لوگ اچک لیے جاتے ہیں؟ کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا کفران کرتے ہیں؟ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جبکہ وہ اس کے سامنے آچکا ہو۔ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم ہی نہیں ہے؟ جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم

کہتے ہیں یعنی اگر یہ لوگ اس حقیقت کو جانتے کہ دنیا کی موجودہ زندگی صرف ایک ہلکتا امتحان ہے اور انسان کے لیے اصل زندگی جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، آخرت کی زندگی ہے، تو وہ یہاں امتحان کی مدت کو اس بہو و لعب میں ضائع کرنے کے بجائے اس کا ایک ایک لمحہ ان کاموں میں استعمال کرتے جو اس ابدی زندگی میں بہتر نتائج پیدا کرنے والے ہوں۔

آیت تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، سورہ النعام حاشیہ ۲۹ و ۳۱، سورہ یونس حاشیہ ۲۹ و ۳۱، سورہ بنی اسرائیل حاشیہ ۸۴

۵۱۵ یعنی کیا ان کے شہر مکہ کو، جس کے دامن میں انہیں کمال درجے کا امن ملتا ہے، کسی لات یا تہیل نے حرم بنایا ہے؟ کیا کسی دیوی یا دیوتا کی یہ قدرت تھی کہ ڈھائی ہزار سال سے عرب کی انتہائی بد امنی کے ماحول میں اس جگہ کو تمام فتنوں اور فسادوں سے محفوظ رکھتا؟ اس کی حرمت کو برقرار رکھنے والے ہم نہ تھے تو اور کون تھا؟

۱۶۱ یعنی میں نے دعوائے رسالت کیا ہے اور تم نے اسے جھٹلایا ہے۔ اب معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ اگر میں نے اللہ کا نام لیکر جھوٹا دعویٰ کیا ہے تو مجھ سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔ اور اگر تم نے سچے نبی کی تکذیب کی ہے تو پھر تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔

اپنے راستے دکھائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکو کاروں ہی کے ساتھ ہے۔

عقلہ "مجاہدہ" کی تشریح اسی سودہ عنکیوت کے حاشیہ ۷۷ میں گزر چکی ہے۔ وہاں یہ فرمایا گیا تھا کہ جو شخص مجاہدہ کرے گا وہ اپنی ہی جہلائی کے لیے کرے گا (آیت ۷۷)۔ یہاں یہ اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ دنیا بھر سے کشمکش کا خطرہ مول لے سیتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ان کے حال پر نہیں چھوڑ دیتا، بلکہ وہ ان کی دستگیری و رہنمائی فرماتا ہے اور اپنی طرف آنے کی راہیں ان کے لیے کھول دیتا ہے۔ وہ قدم قدم پر انہیں بتاتا ہے کہ ہماری خوشنودی تم کسی طرح حاصل کر سکتے ہو۔ ہر میرٹھ پر انہیں روشنی دکھاتا ہے کہ راہ راست کدھر ہے اور غلط راستے کون سے ہیں۔ جتنی نیک نیتی اور خیر طلبی ان میں ہوتی ہے اتنی ہی اللہ کی مدد اور توفیق اور ہدایت بھی ان کے ساتھ رہتی ہے۔

منصب نبوت

صحیح اور غلط تصور کا فرق

[ماہ جولائی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں سنت کی آئینی حیثیت کے متعلق ڈاکٹر عبدالودود صاحب اور مدیر ترجمان القرآن کی جو مراسلت شائع ہوئی تھی، اس کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کا ایک اور خط وصول ہوا ہے، جسے ذیل میں مدیر ترجمان القرآن کے جواب کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے۔ اس بحث سے پورا فائدہ اٹھانے کے لیے مناسب ہو گا کہ قارئین کرام ابتدائی مراسلت کو بھی نگاہ میں رکھیں۔]

ڈاکٹر صاحب کا خط

مولانا محترم! السلام علیکم

آپ کا خط مورخہ ۸۔ اگست ملا۔ مجھے امید ہے کہ اس کے بعد بات ذرا اطمینان سے ہو سکے گی آپ نے اپنے خط مورخہ ۲۶ جون میں میرے پہلے سوال کے جواب کے اہتمام پر فرمایا تھا۔ دوسرے سوالات پھرنے سے پہلے آپ کو یہ بات صاف کرنی چاہیے تھی کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھ کر سنا دینے کے سوا دنیا میں اور کام کیا تھا یا نہیں اور اگر کیا تھا تو کس حیثیت میں؟ تیرے بھی کہ:

پہلے آپ یہ بات صاف کریں کہ آیا سنت رسول اللہ جیسے خود کوئی چیز ہے یا نہیں؟ اور اس کو آپ قرآن کے ساتھ ماخذ قانون مانتے ہیں یا نہیں؟ اور نہیں مانتے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے موجودہ خط میں مسئلہ زیر بحث کے صرف اسی حصہ پر گفتگو کروں